چودھری محمد اسماعیل

مسئلہ سُود خوری

سود خوری کو ختم کرنے کے لیے دو باتوں کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔ اول یہ کہ سود کی وہ کونسی برائیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام نے سود کو حرام کیا ہے۔ کیونکہ جب تک سود کی برائیوں کا علم اور احساس نہ ہو سود کو ختم کرنے پر پوری توجہ نہیں دی جا سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سُود کی برائیوں کا علم اور احساس ہی سود کو ختم کرنے کی طرف پہلا قدم ہو سکتا ہے۔ دوم یہ کہ سود کے قیام اور سود کی پیدائش کا باعث کیا ہے۔ یعنی وہ کونسی وجہ ہے جس کی بنا پر سودی لین دین کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر سود کے قیام کی صحیح وجہ معلوم ہو جائے تو اس کو دُور کر کے سود کو ختم کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

سُود کی حرمت کے وجوہات

یوں تو کئی مفکرین نے سود کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن مسلمان چونکہ قرآن کریم کی رو سے سود کی حُرمت کے قائل ہیں لہذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ سود کی حرمت کے وجوہات معلوم کرنے کے لیے بھی قرآن کریم کی طرف ہی رجوع کیا جائے اور اُن برائیوں کا پتہ چلایا جائے جن کی بنا پر سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

الذین یاکلون الربوٰا لا یقومون الا کما یقوم
الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس ط ذٰلک
بانھم قالوا انما البیع مثل الربوٰا و احل اللہ
البیع وحرم الربوٰا ط

یعنی سود خور لالچ میں اندھے ہو کر مخبوط الحواس ہو جاتے ہیں اور حرام حلال میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ان

کے ہاں خرید و فروخت اور سود بالکل مساوی ہوتا ہے حالانکہ خرید و فروخت اور سود میں زمین و آسمان یعنی حرام و حلال کا فرق ہے۔ سود کا مقصد ہے حاجت مندوں کی احتیاج سے ناجائز فائدہ اٹھانا۔ انھیں کم دے کر زیادہ وصول کرنا اور خرید و فروخت کا مقصد ہے آپس میں تبادلۂ اشیا کرنا۔ خواہ یہ تبادلۂ اشیا روپے کے واسطہ سے ہو یا براہِ راست ہو۔

(۲) ومن عاد فاولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون ۰

یعنی سودی معاشرہ جہنمی ہے۔ وہ کبھی مطمئن نہیں ہوتے ان کے دلوں میں لالچ بغض و حسد بے چینی اور بے اطمینانی کی آگ ہمیشہ بھڑکتی رہتی ہے اور اسی میں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ مقامِ غور ہے کہ کیا یہ سودی معاشرے کا فی الواقع صحیح نقشہ نہیں؟

(۳) یمحق اللہ الربوٰا۔ یعنی سود بے برکت ہوتا ہے۔ چونکہ سودی معاشرے والے ایک دوسرے کی کمائی ہوئی دولت کے ہتیانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں لہٰذا اس کا پیداوار پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے دولت میں فراوانی نہیں ہوتی اور اس طرح بے برکتی رہتی ہے۔ امیر اپنی جگہ بے چین اور غریب اپنی جگہ دُکھی۔

(۴) وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مومنین۔

یعنی سود خوری ایمانداری کے خلاف ہے اور سود خور اللہ تعالےٰ کے احکام اور جزا و سزا کے تصور کو بھی بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

(۵) فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔

یعنی سود خوری خدا و رسولؐ کے ساتھ یعنی قوانینِ قدرت کے ساتھ جنگ ہے۔ چونکہ ہر ایک انسان کو قیامِ زندگی کے لیے مختلف اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر انسان ضروریاتِ زندگی کا سامان پیدا کرے نہ کہ سود کھائے۔ کیا یہ کھلم کھلا قانونِ قدرت کی خلاف ورزی نہیں اور کیا یہ دنیا میں لڑائی، فساد اور تباہی و بربادی کا باعث نہیں؟

(۶) لا تظلمون ولا تظلمون۔

یعنی سود خوری ایک دوسرے پر ظلم ہے۔ کیا دنیا میں ایک دوسرے پر ظلم واضح نہیں؟

اب سودی معاشرے کا جائزہ لیجیے اور دیکھیے کہ کیا وہ برائیاں جو اللہ تعالےٰ نے مذکورۂ بالا آیات میں بیان فرمائی ہیں اس میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ ادھر قرآن کریم کی بیان کردہ برائیوں کا تصور کیجیے اور ادھر سود خور دنیا کی معاشی برائیوں پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کیا ان میں کوئی فرق دکھائی دیتا ہے۔ یہ ہیں وہ برائیاں جن کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود کے قیام کا سبب

دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کونسی وجہ ہے جس کی بنیاد پر سودی لین دین کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ البقرہ رکوع ۳۸ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اس رکوع میں دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اول سود کی حرمت اور مذمت۔ دوم انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ کی فرضیت اور اہمیت۔ اس سے ظاہر ہے کہ سودی لین دین کا سوال تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب ایک طرف ناداری اور حاجت مندی ہو اور دوسری طرف دولت اور ذرائع پیداوار کی فراوانی ہو۔ ایسے حالات میں سرمایہ دار حاجت مند سے ناجائز انتفاع کر سکتا ہے۔ جب تک معاشرے میں ایسے حالات رہیں گے سودی کاروبار لازماً جاری رہے گا۔ ان حالات کو بدلنے اور سودی نظام کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ نے سود کو بند کرنے کے ساتھ ہی انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ کے ذریعے ایسے حالات کو سرے سے تبدیل کرنے کے احکام صادر فرمائے ہیں جن میں سودخوری کو ترقی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سود کی حرمت اور زکوٰۃ کی فرضیت اسلامی نظام معاشیات کے بنیادی اصول ہیں اور ان پر عمل کرنے سے ہی سود کی پیدا کردہ برائیوں کا دور ہونا ممکن ہے۔

متبادل تجاویز

سود کو ختم کرنے کی مختلف تجاویز پیش کی گئی ہیں اور یہاں ان کا جائزہ لینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک تجویز یہ ہے کہ سود کو نفع کے نام سے موسوم کیا جائے کیونکہ سود بھی دراصل نفع ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس پر عملدرآمد بھی ہو رہا ہے، اور کئی کاغذات میں سود کی جگہ نفع لکھا جا رہا ہے۔ لیکن کسی چیز کا محض نام بدل دینے سے اس کی روح اور خواص میں کوئی فرق نہیں پڑتا لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز حقیقت پر پردہ ڈال کر شرعی گرفت سے بچنے کا ایک بہانہ ہے۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ جو لوگ سود لینا پسند نہیں کرتے وہ اپنے حسابات اور امانتیں وغیرہ بنکوں میں بغیر سود کے رکھ سکتے ہیں۔ جس کا مطلب سوا اس کے کچھ نہیں کہ ان کے روپے پر تمام کا تمام حاصل شدہ سود بنک والے رکھ لیں۔ اس تجویز سے بھی سود کا ختم ہونا ممکن نہیں کیونکہ بنک والے تو سود بدستور وصول کرتے رہیں گے۔

بعض مفکرین سود کو ختم کرنے کی ایک اور تجویز پیش کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ بنک بجائے سود پر روپیہ دینے کے مضاربت یعنی شراکت کے اصول پر مختلف صنعتی، زراعتی اداروں اور حکومت کے نفع آور کاموں میں روپیہ دیں اور ان کے نفع نقصان میں شریک ہو کر منافع حاصل کریں اور پھر اپنے انتظامی مصارف نکال کر اپنے حصہ داروں، کھاتہ داروں اور امانت داروں کو ان کے سرمائے کے تناسب سے منافع تقسیم کر دیں۔ ان کے خیال میں اس طریق پر سود کو نفع میں منتقل کر کے حلال بنایا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے اس تجویز سے سود خور کو منافع خور بنا کر مذہبی گرفت سے بھی آزادی دلوا دی اور اس کا مالی نقصان بھی نہیں ہونے دیا۔ لیکن سود دہندہ کو تو کوئی رعایت نہ ملی۔ پہلے جو رقم سود کے نام پر اس سے وصول ہوتی تھی وہی رقم اب منافع کے نام پر اس سے وصول ہوگی۔ اور وہ سود کے بوجھ تلے دبے کا ویسا ہی دبا رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔ کیا یہ سود دہندہ کے ساتھ پرلے درجے کی بے انصافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ سود کو حرام قرار دے کر جو بوجھ اس کے سر سے اتارنا چاہتا ہے وہی بوجھ سود کو منافع بنا کر اس کے سر پر ڈال دیا جائے۔ کیا یہی دین کا منشا ہے؟ کیا اسلام اس حیلہ سازی کی اجازت دیتا ہے اور کیا اس سے سود کی حرمت اور انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ کے احکام کا مقصد پورا ہوتا ہے؟ دراصل یہ تجویز بھی سود کو منافع کے نام سے موسوم کرنے کا دوسرا طریقہ ہے۔

درحقیقت سود بنکوں اور ساہوکاروں کی تجوریوں اور حکومت کے خزانوں میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ صنعت و زراعت کے مختلف کاموں میں پیدا ہوتا ہے۔ بنک تو دیگر اجناس کی منڈیوں کی طرح سود کی منڈی ہیں جہاں سستا سود خریدا جاتا ہے اور مہنگا بیچا جاتا ہے اور سود کی وجہ پیدائش یہ ہے کہ ایک طرف ذرائع پیداوار کی فراوانی ہوتی ہے اور دوسری طرف ناداری اور حاجت مندی اور سود خور اپنے سرمائے کے استعمال کے معاوضہ کے طور پر سود لیتا ہے لہذا سود کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ

اللہ و رسولؐ کے حکم کے بموجب نادار و حاجت مند کو ذرائع پیداوار مہیا کر دیے جائیں۔ اس طرح جب سود کی وجہ پیدائش ہی ختم ہو جائے گی تو سود بھی لازماً ختم ہو جائے گا۔

اجتماعی تنظیم کی ضرورت

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ آیا نادار و حاجت مند کو ذرائع پیداوار مہیا کرنے کا کام انفرادی اور غیر منظم طور پر ہونا چاہیے یعنی کوئی دولتمند جس کے دل میں خدا کا خوف ہو جس کسی کو حاجت مند سمجھے حسب توفیق اس کو خیرات کر دے یا یہ کام ایک خاص تنظیم کے ماتحت کیا جانا ضروری ہے۔ انفرادی طور پر خیرات کا نتیجہ سوا اس کے کہ قوم کو گداگری سکھلا کر ذلیل کرے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور کوئی عقلمند شخص اس طریق کار کی حمایت نہیں کرے گا۔

قرآن حکیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے سب کام منظم اور اجتماعی طور پر ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ارشاد ہے وامرھم شوریٰ بینھم۔ والعلمین علیھا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ وارکعوا مع الراکعین۔ خذ من اموالھم صدقۃ۔ نماز اور حج بھی یہی سبق دیتے ہیں لہذا نادار حاجت مندوں کو ذرائع پیداوار مہیا کرنے کا کام بھی اجتماعی اور منظم طریق پر ہونا لازمی ہے۔

انسدادی تدابیر

پیداوار کا سب سے بڑا اور پہلا ذریعہ زمین ہے جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے اور دوسرا ذریعۂ پیداوار مختلف قسم کے آلات داوزار اور مشین ہیں جن سے ہم مصنوعی اشیا تیار کرتے ہیں۔ ان دو ذرائع سے ہی انسانوں کے استعمال کے لیے مختلف قسم کی اشیا حاصل ہوتی ہیں۔ تیسری چیز مختلف قسم کی خام اشیا ہیں جو زمین یا مشین میں زیر عمل آکر گوناگوں قسم کی دولت میں منتقل ہوتی ہیں۔ اہمیت کے لحاظ سے پہلی دو چیزیں قابل غور ہیں۔ اگر یہ دونوں اشیا میسر ہو جائیں تو تیسری چیز کا فراہم کرنا مشکل نہیں۔ لہذا ہم پہلی دو چیزوں کے مہیا کرنے پر ہی غور کرتے ہیں۔

ملکیت کے لحاظ سے زمین تین قسموں میں منقسم ہے۔ اول وہ زمینیں جو گورنمنٹ کی تحویل میں ہیں۔

دوسرے وہ زمینیں جو مالکوں کو مفت حاصل ہوئی ہیں اور تیسرے زر خرید زمینیں۔ ایک فلاحی مملکت کا کام یہ ہے کہ وہ زمینیں جو حکومت کی تحویل میں ہیں حاجت مند اور نادار کسانوں کو مفت دیدے دوسری قسم میں وہ بڑی بڑی زمینیں ہیں جو لوگوں کو مل گئی ہیں اور ان کی ذاتی ضرورت سے زیادہ ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ خود کاشت کرنے کی حد تک زمین اپنے پاس رکھ کر باقی ملت کے حوالے کر دیں۔ تاکہ وہ بے زمین کسانوں میں مفت تقسیم کر دی جائیں۔

ایسی زمینیں کسانوں کے حوالے کرنے سے حکومت کی آمدنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن ان زمینداروں کی آمدنی میں ضرور کمی ہو جاتی ہے جن کو مفت اور بلا محنت و مشقت مزارعین کی کمائی میں سے حصہ مل جاتا ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ دوسروں کی کمائی میں سے مفت حصہ اڑانا نہ صرف بعید از انصاف ہے بلکہ باعث ظلم و فساد بھی ہے۔ خود کاشت کرنے کی حد تک زمین پر اکتفا کرنے سے زمینداروں کے پاس اتنی زمین موجود رہے گی جس پر وہ کام کر کے اپنی ضروریاتِ زندگی کا سامان حاصل کر سکیں گے۔ زمینداروں سے حاصل شدہ فاضل زمینوں کی مناسب قیمت مقرر کی جائے اور مزارعین کو ان کے خریدنے کا حق دیا جائے۔ اس طرح زمینیں خود کاشت کرنے والوں کو مل جائیں گی اور کوئی کسان نادار اور محروم نہیں رہے گا۔ جب تمام کاشتکاروں کو زمینیں مل جائیں گی تو سودی نظام کی جڑوں پر کاری ضرب لگے گی اور وہ سود جو زراعت کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے ختم ہو جائے گا۔

دوسرا ذریعۂ پیداوار آلات و مشین یعنی کارخانہ ہے۔ یہ ذریعۂ پیداوار ضرورت مندوں کو کس طرح مہیا کیا جائے؟ اس کا انتظام کرنے کے لیے نظامِ زکوٰۃ رائج کیا جائے۔ اس نظام کے صحیح طریق پر رائج ہونے سے ملک کے کل سرمائے کا معقول حصہ ہر سال جمع ہو سکتا ہے اور اس سے یہ مقصد حاصل کرنے میں کام دیا جا سکتا ہے۔

از روئے قرآن حکیم زرِ زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں ان میں ہر قسم کے نادار اور حاجت مند آجاتے ہیں۔ زکوٰۃ کا یہ مطلب نہیں کہ مختلف حاجت مندوں کو صرف کھانا کپڑا یا کچھ نقدی دے کر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اس طریق کار سے اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ گداگری اور بڑھے

اور عاملین پیداوار پر مزید بوجھ پڑے۔

زکوٰۃ کا ایک بہترین مصرف یہ ہے کہ زرِ زکوٰۃ سے مختلف قسم کے کارخانے بنائے جائیں جو کہ قومی تحویل میں رکھے جائیں۔ اور ایسے حاجت مندوں اور ناداروں کو جن کے پاس ضرورت سے کم سرمایہ ہے یا بالکل نہیں ہے وہاں کام مہیا کیا جائے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ نادار حاجت مند کو اس کی محنت کا پورا معاوضہ ملے گا۔ اور بے روزگاری کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ محنت کش اطمینان سے کام کرے گا اور دولت میں فراوانی ہو گی۔ شعبۂ صنعت میں جو سود پیدا ہوتا ہے اس طرح اس کی جڑ کٹ جائے گی۔ اور وہ رفتہ رفتہ ختم کیا جا سکے گا۔

• جو اردو صحافت کی تاریخ میں ایک مکمل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔
• جو چالیس سال کے طویل عرصے تک ہمارے ادبی فنکاروں کی ذہنی ساخت و پرداخت کرتا رہا ہے۔
• جو اردو داں طبقے کے مذاق کو نکھارنے میں کامیاب رہا ہے
• جو زندگی اور ادب کی ترقی پذیر روایات اور روشن قدروں کا نمائندہ رہا ہے۔
• جس نے فکر و فن کی تمام گزرگاہوں کو روشن کیا ہے۔ اور
• جس کا بے باک لہجہ اردو میں ضرب المثل بن چکا ہے۔

ظاہر و باطن کی خوش آیند تبدیلیوں کے ساتھ

علامہ نیاز فتح پوری کا

نگار

اکبر علی خاں

کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے

مراسلت کے لیے

پاکستان میں
نمائندہ نگار ۱۷/۶ این سمن آباد لاہور

ہندوستان میں
ماہنامہ نگار گھیر سنگھی، رام پور۔ یو۔ پی

سالانہ
دس روپے

فی پرچہ
۷۵ نئے پیسے